روزنامہ

الفضل ربوہ

ٹیلی فون نمبر: 213029

C.P.L 29

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

Web:http://www.alfazal.com

Email:editor@alfazal.com

جمعرات 23 دسمبر 2004ء 10 ذیقعد 1425 ہجری 23 فتح 1383 ہش جلد 54-89 نمبر 289

ہر حرف کی دس نیکیاں

حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

قرآن کریم کی تلاوت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب دیتا ہے۔ الٓمٓ ایک حرف نہیں بلکہ الف، لام اور میم میں سے ہر حرف پر دس دس نیکیوں کا ثواب ہے۔

(سنن دارمی کتاب فضائل القرآن باب من قرء حرفا حدیث نمبر:2835)

ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

آج روئے زمین پر سب الہامی کتابوں میں سے ایک فرقان مجید ہی ہے کہ جس کا کلام الٰہی ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہے۔ جس کے اصول نجات کے بالکل راستی اور وضع فطرتی پر مبنی ہیں۔ جس کے عقائد ایسے کامل اور مستحکم ہیں جو براہین قویہ ان کی صداقت پر شاہد ناطق ہیں۔ جس کے احکام حق محض پر قائم ہیں۔ جس کی تعلیمات ہر یک طرح کی آمیزش شرک اور بدعت اور مخلوق پرستی سے بکلی پاک ہیں جس میں توحید اور تعظیم الٰہی اور کمالات حضرت عزت کے ظاہر کرنے کے لئے انتہا کا جوش ہے جس میں یہ خوبی ہے کہ سراسر وحدانیت جناب الٰہی سے بھرا ہوا ہے اور کسی طرح کا دھبہ، نقصان اور عیب اور نالائق صفات کا ذات پاک حضرت باری پر نہیں لگاتا اور کسی اعتقاد کو زبردستی تسلیم نہیں کرانا چاہتا بلکہ جو تعلیم دیتا ہے اس کی صداقت کی وجوہات پہلے دکھلا لیتا ہے اور ہر ایک مطلب اور مدعا کو حجج اور براہین سے ثابت کرتا ہے اور ہر یک اصول کی حقیت پر دلائل واضح بیان کرکے مرتبہ یقین کامل اور معرفت تام تک پہنچاتا ہے اور جو جو خرابیاں اور ناپاکیاں اور خلل اور فساد لوگوں کے عقائد اور اعمال اور اقوال اور افعال میں پڑے ہوئے ہیں ان تمام مفاسد کو روشن براہین سے دور کرتا ہے اور وہ تمام آداب سکھاتا ہے کہ جن کا جاننا انسان کو انسان بننے کے لئے نہایت ضروری ہے اور ہر یک فساد کی اسی زور سے مدافعت کرتا ہے کہ جس زور سے وہ آج کل پھیلا ہوا ہے۔ اس کی تعلیم نہایت مستقیم اور قوی اور سلیم ہے گویا احکام قدرتی کا ایک آئینہ ہے اور قانون فطرت کی ایک عکسی تصویر ہے اور بینائی دل اور بصیرت قلبی کے لئے ایک آفتاب چشم افروز ہے۔

(براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد 1 ص 81-82)

تحریک جدید کے دفتر اول کے مجاہدین کے ورثاء توجہ فرمائیں

تحریک جدید کے دفتر اول کے مجاہدین کے ورثاء اپنے بزرگوں کے کھاتوں کا احیاء کروا کر انہیں زندہ جاوید کرنے کا ثواب حاصل کریں۔ ہمارے محبوب ائمہ کرام نے بار بار اس طرف متوجہ فرمایا ہے اور اکثر مخلصین جماعت اس تحریک پر بفضل خدا والہانہ لبیک کہہ رہے ہیں بزرگوں کی قربانیوں کی قدر دانی کا یہ بہترین طریق ہے اور عظیم الشان ثواب حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

(وکیل المال اول تحریک جدید)

دارالضیافت کے ذریعہ قربانی کرنے والے احباب

دارالضیافت کے ذریعہ بیرون از ربوہ سے قربانی کروانے کے خواہشمند احباب سے گزارش ہے کہ وہ اپنی رقوم حسب ذیل تفصیل کے مطابق جلد بھجوا کر ممنون فرماویں۔ تا کہ بروقت انتظام کیا جا سکے۔

(1) قربانی بکرا =/5000 روپے

(2) قربانی حصہ گائے =/2500 روپے

(نائب ناظر ضیافت۔ ربوہ)

دارالصناعۃ میں داخلہ

دارالصناعۃ ٹیکنیکل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ میں مندرجہ ذیل ٹریڈز میں داخلے جاری ہیں۔ 1۔ آٹو مکینک 2۔ آٹو الیکٹریشن + ائیر کنڈیشننگ سسٹم 3۔ جنرل الیکٹریشن 4۔ وڈ ورک

کلاسز یکم جنوری 2005ء سے شروع ہونگی۔ درخواست فارم بمع فیس کورس تصویر و شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی، تعلیمی اسناد کی نقول اور صدر حلقہ کی تصدیق کے ساتھ مورخہ 25 دسمبر 2004ء تک انسٹیٹیوٹ ہذا میں جمع کروادیں

(ڈائریکٹر دارالصناعۃ ٹیکنیکل ٹریننگ انسٹیٹیوٹ)

6/1 فیکٹری ایریا۔ ربوہ فون 214578-215544

آنسو کا قطرہ!

بہت قیمتی ہیں سبھی ہیرے موتی
مگر ہے سوا سب سے آنسو کا قطرہ

کسی سخت دل شخص ظالم تریں کو
جو پگھلا کے رکھ دے ہے آنسو کا قطرہ

پہاڑوں کے سینے تلک چیر ڈالے
بڑا کارگر ہے یہ آنسو کا قطرہ

گھٹا ٹوپ چھایا اندھیرا ہو شب میں
کرن روشنی کی ہے آنسو کا قطرہ

توجہ کریں تو کرشمہ کرشمہ
جو دیکھیں تو آئینہ آنسو کا قطرہ

ہزاروں نصائح پہ لاریب بھاری
وزن گر ہو ممکن تو آنسو کا قطرہ

جو مولا کی رحمت کو بھی کھینچ لائے
وہ جذب مسلسل ہے آنسو کا قطرہ

کرو زاریاں تو بنو منعمیں میں
دل یار نرمائے آنسو کا قطرہ

سلیقہ بہانے کا گر سیکھ پاؤ
تو معجز اثر ہے یہ آنسو کا قطرہ

مگر یاد رکھو ہے مہلک سراسر
ریا سے گرایا جو آنسو کا قطرہ

ہو مطلوب سالک کو اکسیر ہونا
بہاتا رہے شب کو آنسو کا قطرہ

محمد اعظم اکسیرؔ

اطلاعات واعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

نکاح

مکرم نصیر احمد انجم صاحب استاد جامعہ احمدیہ اطلاع دیتے ہیں کہ میرے بھتیجے مکرم طیب شہزاد صاحب ولد مکرم رشید احمد قمر صاحب کا نکاح مورخہ 14/اگست 2004ء کو مکرمہ وسیمہ ہانی صاحبہ بنت مکرم مبارک احمد صاحب آف جرمنی کے ساتھ مکرم مولانا مبشر احمد صاحب کاہلوں ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد مقامی نے بیت حسن اقبال جامعہ احمدیہ میں بعوض پانچ ہزار یورو حق مہر پڑھا۔ طیب شہزاد صاحب چوہدری عبدالقادر صاحب آف سرگودھا کے پوتے اور وسیمہ ہانی صاحبہ مکرم چوہدری علی حسن صاحب کی پوتی ہیں۔ احباب کرام سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ جانبین کیلئے ہر لحاظ سے بابرکت کرے۔ آمین

ملازمت کے مواقع

حکومت پاکستان وزارت صحت اسلام آباد کو کاسٹ اکاؤنٹنٹ، نرسنگ ایڈوائزر، لائبریرین، سٹینو گرافر، سٹینو ٹائپسٹ، کلرک، اسسٹنٹ کیمسٹ، ڈپٹی ڈرگز کنٹرولر/نیڈرل اور چوکیدار وغیرہ درکار ہیں۔ درخواستیں 15 دن کے اندر سیکشن آفیسر (ایڈمن-1) کمرہ نمبر 116 فرسٹ فلور بلاک C پاک سیکرٹریٹ وزارت صحت اسلام آباد کے نام ارسال کریں۔ مزید تفصیل کیلئے 20 دسمبر 2004ء کے اخبار نوائے وقت میں ملاحظہ فرمائیں۔

(نظارت صنعت وتجارت)

ولادت

مکرمہ شمشاد فرغانہ صاحبہ اہلیہ مکرم رمضان احمد ظفر صاحب مرحوم حال گلشن پارک مغلپورہ لاہور لکھتی ہیں خاکسار کے بیٹے مکرم وسیم احمد ظفر صاحب ثانی مربی سلسلہ آئیوری کوسٹ افریقہ کو مورخہ 22 نومبر 2004ء کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی اور بیٹے کے بعد بیٹے سے نوازا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے از راہ شفقت بچے کا نام تقریم احمد عطا فرمایا ہے۔ نومولود وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔ اور مکرم رمضان احمد ظفر صاحب مرحوم سابق اکاؤنٹنٹ روزنامہ الفضل کا پوتا اور مکرم محمد اکرم صاحب مرحوم دارالصدر شرقی ربوہ کا نواسہ ہے۔ دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ بچے کو نیک صالح اور خادم دین بنائے اور والدین کیلئے قرۃ العین ہو۔ آمین

☆......☆......☆

سانحہ ارتحال

مکرم ریاض محمود باجوہ صاحب مربی سلسلہ لکھتے ہیں۔ محترمہ شمیم اختر صاحبہ اہلیہ مکرم ملک شریف احمد صاحب آف جرمنی مختصر علالت کے بعد 17/اکتوبر 2004ء کو بعمر 60 سال چونڈہ میں انتقال کر گئیں۔ مقامی احمدیہ قبرستان میں آپ کی تدفین ہوئی۔ آپ حضرت میاں رحیم بخش صاحب رفیق حضرت مسیح موعود کی پوتی اور مکرم محمد احمد بٹ صاحب مرحوم کی صاحبزادی تھیں۔ آپ بڑی ملنسار، خوش اخلاق، مہمان نواز اور احمدیت سے گہرا لگاؤ اور وابستگی رکھنے والی خاتون تھیں۔ آپ نے اپنے پیچھے چھ بیٹے مکرم اسد زبیر صاحب جرمنی، مکرم فرخ ملک صاحب انگلینڈ، مکرم ملک سکندر صاحب چونڈہ، مکرم احمد مظفر صاحب جرمنی، مکرم احسن ملک صاحب چونڈہ، مکرم ملک محسن صاحب چونڈہ اور دو بیٹیاں مکرمہ فرح دیبہ صاحبہ چونڈہ اور مکرمہ سعادت ملک صاحبہ اہلیہ مکرم عبدالودود صاحب ڈاہری ربوہ یادگار چھوڑی ہیں۔ احباب جماعت سے مرحومہ کی بلندی درجات اور پسماندگان کیلئے صبر جمیل کی درخواست دعا ہے۔

سانحہ ارتحال

مکرم محمد اکرم بٹ صاحب صدر جماعت احمدیہ احمد نگر ربوہ لکھتے ہیں۔ مکرم ظہیر احمد صاحب ابن مکرم رشید احمد صاحب مرحوم آف احمد نگر ربوہ مورخہ 13 دسمبر 2004ء کو بعمر 42 سال بوجہ ہارٹ اٹیک فضل عمر ہسپتال میں وفات پا گئے۔ اسی روز جنازہ خاکسار نے پڑھایا اور عام قبرستان ربوہ میں تدفین عمل میں آئی۔ قبر تیار ہونے پر مکرم عبدالمجید شاہد صاحب مربی سلسلہ نے دعا کروائی۔ مرحوم نے اپنے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ چار کمسن بچے یادگار چھوڑے ہیں۔ مرحوم خوش اخلاق اور ملنسار طبیعت کے مالک تھے۔ احباب جماعت سے مرحوم کے درجات کی بلندی اور جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا ہونے کیلئے دعا کی درخواست ہے۔

اعلان داخلہ

ایریا سٹڈی سینٹر فار یورپ یونیورسٹی آف کراچی نے ایم فل کورس ورک پروگرام سیشن 05-2004ء میں داخلے کا اعلان کیا ہے درخواست جمع کروانے کی آخری تاریخ 3 جنوری 2005ء ہے جبکہ داخلہ ٹیسٹ 5 جنوری 2005ء کو ہوگا۔ مزید معلومات کیلئے روزنامہ ڈان 19 دسمبر 2004ء ملاحظہ کریں۔

ڈاکٹر پرویز احمد پروازی صاحب

قادیان کے بعض بزرگ احباب کا ذکر خیر

حضرت مولوی شیر علی صاحب کی سوانح پڑھتے ہوئے حضرت حکیم عبیداللہ رانجھا صاحب کا نام سامنے آیا۔ زباں پہ بارے خدایا یہ کس کا نام آیا۔ قادیان کے زمانہ سے ہی ان سے گھر جیسے تعلقات تھے۔ ان کی بیگم پھوپھی رابعہ ہم سے بہت پیار کرتی تھیں۔ ربوہ میں بھی محلّہ داری رہی۔ دارالرحمت وسطی کی جنوبی جانب آخری گلی میں ان کا مکان تھا۔ مکان کیا ایک کمرہ تھا اس کے ساتھ صحن۔ یہاں بھی ان کی محبتیں اسی طرح قائم رہیں۔ ہماری پھوپھی جی بیگم جی اور پھوپھی رابعہ کا بڑا دوستانہ تھا اس لئے کئی بار ان کے ہاں جانے کا حکم ہوتا تھا اب پھوپھی رابعہ سے یہ کہہ کے آؤ اب پھوپھی رابعہ کے ہاں یہ چیز دے کر آؤ۔ اور پھوپھی رابعہ ہم سے اتنا پیار کرتی تھیں کہ ہمیں کئی کئی بار ان کے ہاں جانا کھلتا نہیں تھا۔

حکیم صاحب کو ہم حکیم صاحب ہی کہتے تھے۔ ان کی باتوں میں اتنی ملائمت ہوتی تھی کہ ہمیں ان جیسا ملائم گو اور کوئی یاد نہیں پڑتا۔ دھیمے مزاج کے بزرگ تو ہمارے ہاں سارے ہی تھے مگر بچوں سے جس ملائمت سے حکیم صاحب پیش آتے تھے وہ ان کے لئے خاص تھا پھر حکیم صاحب ہمارے پھوپھا جی حضرت مولوی غلام نبی مصری صاحب کی طرح ہر وقت ذکر الٰہی کرتے رہتے تھے۔ حکیم اپنے نام کے ساتھ لکھتے تھے تو حکیم ہوں گے بھی مگر ہم نے انہیں کبھی طبابت کرتے دیکھا نہیں۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ہم ان کے گھر تو جاتے رہے ان کے مطب نہیں گئے۔ حکیموں میں سے تو ہمیں اپنے گھر میں ابا جی، محلّہ میں حضرت حکیم عبدالعزیز صاحب طبیہ عجائب گھر والے یاد ہیں۔ سنا ہے حضرت حکیم عبیداللہ بسمل صاحب بھی ہمارے محلّہ دار تھے مگر ان کی کوئی یاد ذہن میں موجود نہیں۔ انہوں نے لمبی عمر پائی۔ ہمارے ابا کے حکمت میں استاد تھے اور ابا جی اکثر ان کا ذکر گھر میں کرتے تھے۔ حکیم عبیداللہ رانجھا صاحب حضرت مولوی شیر علی صاحب کے ہم وطن تھے اور پنجاب کے رہنے والے تھے مگر اردو بولتے تھے۔ شاید حضرت حکیم نورالدین صاحب کی طرح حکمت کی تعلیم کہیں اردو بولنے والے علاقہ میں پائی ہو یا ہمارے پھوپھا جی کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے اردو بولنے کی عادت راسخ ہوگئی کیونکہ ہم نے پھوپھا جی کو کبھی پنجابی بولتے نہیں سنا۔ پھوپھی رابعہ پنجابی بھی بڑی اچھی بولتی تھیں مگر وہ بھی ہمارے ساتھ اردو ہی میں بات چیت کرتی تھیں۔

حکیم عبیداللہ رانجھا صاحب کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ سر پر صافہ باندھتے تھے۔ بعض اوقات کلّاہ والی پگڑی بھی ہم نے ان کے سر پر دیکھی ہے مگر صافہ انہیں پسند تھا۔ سفید ململ کا صافہ، سفید کرتا، ٹخنوں سے اونچی شلوار اور پاؤں میں دیسی جوتی۔ دور سے آرہے ہوں تو ہو بہو حضرت مولوی شیر علی صاحب لگتے تھے۔ نظریں زمین پر رہتی تھیں ہونٹ ذکر الٰہی سے تر رہتے تھے چلتے تو ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے مگر تیز قدم تھے۔ قد درمیانہ تھا اور جسم دبلا۔ ہم نے حکیم صاحب کو جیسا قادیان میں دیکھا ویسا ہی ربوہ میں پایا۔ دبلے پتلے اور مسکین طبع۔ ان کے گھر کی خصوصیت یہ تھی کہ صوفیا کے ٹھکانوں کی طرح سامان دنیا سے بے نیاز تھا۔ ہمیں حکیم صاحب کے گھر میں فرنیچر کے نام پر سوائے چارپائی کے اور کوئی چیز نظر نہیں آئی مگر بے سروسامانی اس وجہ سے نہیں تھی کہ توفیق نہ رکھتے تھے اللہ کے فضل سے توفیق رکھتے تھے مگر سامان دنیا کی حرص سے بے نیاز تھے۔

بزرگوں کے ہاں حاضری دیتے رہنا ہم نے حکیم صاحب سے سیکھا۔ ان کے قریب ہی حضرت مولانا راجیکی صاحب کا دولت کدہ تھا۔ آتے جاتے وہاں حاضری دیتے تھے۔ ہماری گلی میں سے گزر ہوتا تو حضرت پھوپھا جی سے سلام کے لئے ضرور آتے۔ خاندان کے لوگوں سے عشق کی حد تک پیار کرتے۔ کوئی بچہ بھی سامنے آجاتا تو احتراماً کھڑے ہوجاتے۔ یہ وصف حضرت مولانا شیر علی میں بھی تھا پھوپھا جی میں بھی تھا بلکہ سارے ہی رفقاء میں موجود تھا۔ حضرت مسیح موعود کے عشق کا رنگ ان کے ساتھیوں پر اتنا گہرا تھا کہ یہ لوگ ان کی اولاد بلکہ اولاد، در اولاد کے لئے اسی عشق کا اظہار کرتے تھے۔

حکیم صاحب کو حکمت کرتے تو ہم نے دیکھا نہیں ان کی روزی کا کیا وسیلہ تھا ہمیں بالکل علم نہیں مگر اللہ کے فضل سے تونگر تھے اللہ تعالیٰ ان کی حاجتیں پوری کرتا تھا۔ جو اللہ پر توکل کیا کرتا ہے اللہ اس کے لئے بس ہے۔ ان کی بیٹیوں میں سے ایک غالباً صفیہ رانجھا، بعد کو سکول میں استاد ہوگئی تھیں مگر بڑا ہو جانے کے بعد ان سے اس طرح رابطہ نہ رہا۔ مگر حضرت حکیم صاحب کی یاد دل کے کسی کونے میں موجود تھی اب حضرت مولوی شیر علی صاحب کے حالات پڑھتے ہوئے اس نے کروٹ بدلی اور ابھر کر ذہن کی سطح پر آگئی اور ہم نے بھی اس موقع کو غنیمت جانا کہ ایک بزرگ کا ذکر کر کے کچھ نیکی ہی کما لیں۔ کیا خبر اللہ تعالیٰ اپنے ان محبوب دوستوں کے ذکر کے طفیل ہمارے لکھے کو کسی کی ہدایت کا موجب بنا دے۔

قادیان کے پڑوسیوں میں سے حضرت شیخ فضل احمد بٹالوی صاحب بھی تھے۔ ان کا بیٹا لطیف، ہمیں کب سے توجہ دلا رہا تھا کہ ہمیں شیخ صاحب کے ذکر خیر میں کچھ لکھنا چاہئے مگر ہم اسی حیلہ سے لطیف کو ٹالتے آرہے تھے کہ وہ خود کیوں نہیں لکھتا؟ اب قادیان کے بے نفس اور خاموش لوگوں کا ذکر کرنے بیٹھا ہوں تو شیخ صاحب سامنے آگئے ہیں۔ قبلہ شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی حضرت اقدس مسیح موعود کے رفقاء میں سے تھے۔ ہمیں حضرت مولانا راجیکی صاحب کے افادات سے معلوم ہوا تھا کہ قبلہ شیخ فضل احمد صاحب کی پھوپھی جی محمدی بیگم سے پہلے بھی کوئی بیگم تھیں جن سے اولاد نہ ہوئی اور شیخ صاحب محض اولاد نہ ہونے کی خاطر انہیں طلاق نہیں دینا چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا پردہ رکھ لیا اور ان کی وفات کے بعد شیخ صاحب نے دوسری شادی کی۔ اس بیگم سے جو اولاد ہوئی ان میں سے بھائی جان محمد احمد واقف زندگی ہیں۔ بیٹیاں آپا بشریٰ امینہ وغیرہ ہماری بڑی بہنیں تھیں۔ بیٹوں میں سے لطیف ہمارا کلاس فیلو اور ہم عمر ہے مبارک مرحوم ایک دو برس بڑا تھا۔ رشید چھوٹا تھا اور لئیق تو بہت ہی چھوٹا تھا (لئیق سے مراد مولانا لئیق احمد طاہر صاحب مربی سلسلہ انگلستان ہیں)۔ قادیان کے زمانہ سے ہم ہمسائیگی کے ناطے ان کے گھر میں یوں آتے جاتے تھے جیسا اپنا ہی گھر ہو۔ لطیف اور اس کے بہن بھائی ہمارے ابا کو ماموں اور ہم ان کی امی کو پھوپھی کہتے تھے یہ تعلق ربوہ تک چلا بلکہ اب تک چلا آتا ہے۔ بھائی جان محمد احمد سے ایک بار جرمنی کے جلسہ پر ملاقات ہوئی تھی اگرچہ ان کی خیر خیریت کی خبر عزیزم محمود احمد ملک سے ملتی رہتی تھی۔

شیخ صاحب کو ہم نے قادیان میں جس حال میں دیکھا ربوہ میں بھی عین میں وہی حال ان کا تھا۔ ہاتھ میں سوٹی سر پر پگڑی۔ صافہ نہیں باندھتے کلاہ والی پگڑی ہوتی تھی۔ بیت الذکر کی طرف رواں دواں۔ قادیان میں ہم لوگ محلّہ دارالفضل میں رہتے تھے مگر بیت نور قریب پڑتی تھی اس لئے سب لوگ بیت نور میں نماز پڑھنے جایا کرتے تھے۔ شیخ صاحب گھر سے نکلتے۔ ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی سے دروازے کھٹکھٹاتے جاتے کہ چلو بھئی نماز کا وقت ہوگیا۔ ربوہ میں بھی ریلوے روڈ کے دروازوں پر دستک کے نشانات اگر موجود ہوں گے تو قبلہ شیخ صاحب کی چھڑی کے نشانات ہوں گے۔ ہم نے تو ہمیشہ انہیں بوڑھا ہی دیکھا۔ ظاہر ہے رفیق تھے تو بڑی عمر کے ہوں گے مگر ان کی اولاد ہماری ہم عمر تھی۔ ان کی بیگم پھوپھی جی محمدی بیگم سے بڑی ٹھسے والی خاتون تھیں۔ قادیان میں بھی محلّہ میں ان کا دبدبہ تھا ربوہ میں بھی رہا۔ پٹیالہ کی تھیں۔ پان کھاتی تھیں ان کا پاندان بھی ہمیں یاد ہے بہت بھاری ہوا کرتا تھا اور ہمیں یہ بھی یاد ہے کہ ایک بار حضرت اماں جان ہمارے گھر تشریف لائی تھیں تو پھوپھی جی نے بھگایا تھا کہ جاؤ پھوپھی جی محمدی بیگم کے ہاتھ کا پان لے آؤ اور جب ہم نے پان مانگا تو پان کے ساتھ ساتھ پھوپھی جی محمدی بیگم بھی کھنچی چلی آئی تھیں۔ حضرت اماں جان قادیان کے ہر گھر میں بلا تکلف آیا کرتی تھیں۔ ہمیں اپنے گھر میں ان کا ایک سے زیادہ دفعہ کا تشریف لانا یاد ہے۔ ہمارا گھر تو حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی کوٹھی کے رستہ میں پڑتا تھا اس لئے شاید ستانے کے لئے رک جاتی ہوں۔ لیکن نہیں وہ تھکتی کہاں تھیں؟ ہم نے حضرت اماں جان کو دور دراز کے محلوں تک بھی جاتے دیکھا ہے چلنے میں انہیں انقباض نہیں تھا۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب نے شاید اپنی اماں سے یہ ورثہ پایا ہو مگر چلنا تو حضرت اقدس مسیح موعود کی سنت تھی۔ حضور کی پسندیدہ ورزش چلنا تھی اور حضور بہت چلا کرتے تھے۔ قبلہ شیخ صاحب کی طبیعت میں سنجیدگی اور متانت کا غلبہ تھا۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدانخواستہ سخت طبع یا سخت گیر تھے یا بچوں کی ساتھ درشتی سے پیش آتے تھے نہیں۔ طبیعت کی سنجیدگی کا مطلب یہ ہے ان کی باتوں میں سنجیدگی کا عنصر نمایاں رہتا تھا۔ بحث نہیں کرتے تھے مگر اپنی بات پر سختی سے قائم رہتے تھے۔ پھوپھا جی حضرت مولوی غلام نبی مصری سے انہیں بہت تعلق خاطر تھا ان کے پاس بیٹھتے تو علم حدیث کی باتیں کرتے رہتے۔ ہمارے ابا جی سے ملتے تو ان کے کام کی باتیں سنتے۔ ہمارے دادا کے پاس بھی آیا کرتے تھے۔ ہمارے دادا آم کے درخت کے نیچے بیٹھتے قرآن پڑھتے رہتے تھے شیخ صاحب آتے تو ان کی پائنتی بیٹھ جاتے اور شاید کچھ باتیں بھی کرتے ہوں گے ہمیں اس کے بارہ میں وثوق نہیں ہے ہاں دادا جان کے پاس انہیں بیٹھا ہوا دیکھنا یاد ہے۔ ملک صلاح الدین صاحب کو تو ہم نے دادا جان کے پاس بیٹھ کر آم چوستے ہوئے دیکھا ہے۔

ربوہ میں آکر آباد ہوئے تو سلسلہ کے دیگر بزرگوں کی طرح انہیں بھی قادیان بہت یاد آتا تھا ہر کسی سے یہی کہتے تھے دعا کرو جلدی قادیان جانا ہو۔ دراصل قادیان واپس جانے کی تمنا اس زمانے کی سب سے بڑی آرزو تھی ہر شخص جو قادیان سے نکلا تھا قادیان واپس جانے کا آرزومند تھا مگر اللہ تعالیٰ نے آزمائش کا دور لمبا کر دیا۔ خلافت ثانیہ اور ثالثہ میں یہ وقت نہ آیا خلافت رابعہ میں حضرت صاحب بڑی شان وشوکت سے قادیان تشریف لے گئے۔ اللہ کی باتیں اللہ ہی جانتا ہے۔ قادیان کی واپسی کی تمنا صرف شیخ صاحب سے مختص نہیں تھی سب لوگ اسی تمنا کے اسیر تھے مگر شیخ صاحب کو دیکھا کہ قادیان کے ذکر پر ایک آہ سی بھرتے تھے۔ ہمارے استاد ماسٹر نذیر احمد رحمانی مرحوم نے یہ نکتہ ہمیں بتایا کہ قادیان کا ذکر کرتے ہوئے اہل قادیان کے سینہ سے جو آہ سی نکلتی ہے اسے ہوک اٹھنا کہتے ہیں ہوک کا مطلب اس مثال سے ہمیں سمجھ میں آیا تھا۔

شیخ صاحب کے ذکر کا فیض ہے کہ اپنے دادا جان کے بارہ میں کچھ لکھنے کی تحریک ہوئی ہے، ہمارے دادا جان مولوی محمد فضل خان، چنگا بنگیال ضلع راولپنڈی کے مالک راجپوتوں میں سے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے علاقہ کے معززین میں شمار ہوتے تھے۔ ان کے خالہ زاد بھائی اور ہمنام مولوی محمد فضل خان

صاحب چنگوی جنہیں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی کتاب ''فتوحات مکیہ'' کا ترجمہ کرنے کا اعزاز حاصل ہے اور برصغیر کے علمی اور دینی حلقوں میں اس ترجمہ کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں، پہلے احمدیت میں شامل ہوئے تو اپنے بھائی کی دعوت کے نتیجہ میں انہیں بھی احمدیت کی سعادت نصیب ہوئی۔ ہمارے ابا کی پیدائش 1908ء کے اوائل کی ہے۔ دادا جان نے حضرت اقدس کی خدمت میں بچے کا نام رکھنے کی درخواست کی۔ حضرت صاحب کی طرف سے خود حضرت صاحب کے دستخطوں سے جواب ملا کہ ''بچے کا نام احمد خان رکھیں اللہ تعالیٰ خادم دین بنائے''۔ یہ جواب جو ایک کارڈ پر لکھا ہوا تھا۔ دادا جان کو عین اس روز موصول ہوا جس روز حضرت اقدس کے وصال کی خبر پہنچی۔ دادا جان کو دکھ ہوا کہ مامور وقت کو پہچانا مگر اس کی صحبت میں رہنا کم کم نصیب ہوا۔ بس اسی وقت سے انہیں لو سی لگ گئی کہ اب سب کچھ تج کر قادیان چلنا چاہئے۔ چنانچہ اسی سال دادا جان قادیان اٹھ آئے۔ معاش کے لئے پہلے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی دربانی اختیار کی، اس کے بعد حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی کوٹھی بن گئی تو وہاں منتقل ہو گئے اور مدت العمر ان کے اور بوزینب صاحبہ کے دربان رہے۔ تایا جان محمد خان ان کی طرح نواب محمد علی خان کے دربان رہے۔ چھوٹے تایا حافظ لعل خان نے یکہ چلانا شروع کیا اور قادیان کے مہمانوں کو بٹالہ تک لاتے لے جاتے رہے۔ حافظ قرآن تھے ادھر سواری کو بٹھا کر روانہ ہوتے ادھر قرآن کی تلاوت شروع کر دیتے۔ قادیان کی منزل تک پہنچتے پہنچتے مہمان کو قرآن کی کئی منزلیں سنا دیتے۔ فرمایا کرتے تھے ایک تو مہمانوں کے کانوں میں دین کی باتیں پڑتی رہتی ہیں دوسرے میرے تانگہ میں لغو گفتگو کوئی نہیں کرتا۔ دادا جان اللہ تعالیٰ کے فضل سے اونچے لمبے اور جسم کے مضبوط آدمی تھے۔ بڑھاپے میں قدخم کی کیفیت نمایاں ہوگئی تھی مگر اپنا کام خود کر سکتے تھے اور کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہیں کسی قسم کی محتاجی نہیں تھی بلکہ کئی بار دادی جان مرحومہ کی خدمت کے لئے وضو کے لئے پانی انہیں لاکر دیتے تھے۔ دادی جان بچاری موتیا کی وجہ سے آنکھوں سے لاچار ہوگئی تھیں۔ قادیان سے ہجرت کے وقت ان کی عمر اسی برس کے لگ بھگ تھی۔ آنکھوں سے معذور تھیں مگر چھڑی کے سہارے چل پھر لیتی تھیں۔ ہجرت کا صدمہ ایسا دل کو لگا کہ چارپائی سے لگ گئیں۔ چنگا بنگیال پہنچ کر جیسے ان کی توانائی عود کر آئی شاید اس لئے بھی کہ اپنے مستقر پر واپس آ گئی تھیں۔ ہر کام ان کے اشارے اور مرضی سے ہونے لگا۔ گاؤں کی بڑی بوڑھیاں ان سے ملنے کے لئے آنے لگیں تو انہیں معلوم ہوگیا کہ اب انہیں اپنی پرانی مالکانہ ذمہ داریاں ادا کرنی ہیں۔ ان کا رعب داب ایسا تھا کہ مزارعین خود گھر آ کر ان کے واجبات ادا کر جاتے تھے۔ جوار باجرہ مکئی کی فصلوں کی بٹائی کا حصہ ملنے لگا تو ہم لوگ بھوکوں نہیں مرے ورنہ یوں لٹ پٹ کے واپس آ بیٹھنے پر کون کسی کا پرسان حال ہوتا؟ دونوں تایا زمینداری میں مشغول ہو گئے۔ گھر میں پھوپھا جی تھے وہ دعاؤں میں لگ گئے۔ غرض ابا جی کے ہندوستان سے رہا ہو کر آنے تک ہمارا وقت کشائش سے نہیں کٹا تو تنگی ترشی بھی اللہ کے فضل سے ہم نے نہیں دیکھی۔

دادا جان کے سپرد حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا فارم بھی تھا ہم بے خوف و خطر اس فروٹ فارم میں جایا کرتے تھے مگر دادا جان کا رعب ایسا تھا کہ بھول کر بھی کسی پھل کو توڑنے کی طرف طبیعت مائل نہیں ہوتی تھی۔ ہم سمجھتے تھے کہ ہم بھی دادا جان کی طرح اس باغ کے نگران ہیں۔ دادا جان باغ میں بیٹھے قرآن پڑھتے رہتے۔ کام کرنے والے اپنا کام کرتے رہتے۔ ہم نے کبھی کسی شخص پر دادا جان کو ناراض ہوتے یا غصے سے اونچی آواز میں بولتے نہیں دیکھا یا سنا۔ باغ میں ان کی موجودگی ہی اس بات کی ضامن ہوتی تھی کہ باغ کا رکھوالا چوکس ہے۔ دادا جان کو حکمت میں بھی شغف تھا۔ جڑی بوٹیوں کی پہچان رکھتے تھے اور ان سے علاج وغیرہ بھی کرتے رہتے تھے۔ دم درود کرنے میں بھی انہیں مہارت تھی خاص طور سے سانپ کے کاٹے کا دم کرتے تھے اور لوگ دور دور سے ڈسے ہوئے لوگوں کو اٹھا کر لاتے تھے۔ دادا جان کے دم سے وہ ٹھیک ہو جاتے تھے۔ یہ واقعہ تو خود حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی زبان مبارک سے ہم نے سنا کہ ایک بار کوٹھی میں کوئی سانپ نکل آیا۔ چیخ و پکار سن کر دادا جان نے پوچھا کیا ہوا؟ معلوم ہوا سانپ ہے۔ فرمایا اسے کچھ نہ کہا جائے غلطی سے آ گیا ہوگا۔ آپ نے اس کے گرد ایک حصار کھینچا اور اسے حکم دیا کہ اس حصار کے اندر بیٹھ جائے۔ وہ سمٹ کر بیٹھ گیا تو دادا جان نے اسے سرزنش کی کہ یہاں کیوں آیا ہے؟ دادا جان نے اسے کہا اب چلے جاؤ آئندہ ادھر کا رخ نہ کرنا۔ بزرگوں کی اولاد کو تنگ نہیں کرنا۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب کا کہنا تھا کہ لگتا تھا سانپ دم سادھے بابا فضل خان کی باتیں سن رہا ہے۔ اور واقعی اس کے بعد اس کوٹھی میں سانپ کوئی نہیں نکلا۔

دادا جان کا ایک وصف ہم نے یہ دیکھا کہ ان کے داماد مولوی غلام نبی مصری بڑے عالم تھے دادا جان ان کا حد سے سوا احترام کرتے تھے۔ پھوپھی جی سے پوچھتے رہتے تھے کہ مولوی صاحب کو کوئی تکلیف تو نہیں؟ اسی طرح ہمارے تایا لعل خان جناب احمد نور کابلی کے داماد تھے۔ وہ کبھی ہمارے گھر میں آتے تو دادا جان دوسروں سے بڑھ کر ان کی قدر کرتے ان کا خیال رکھتے۔ کہتے تھے انہوں نے شہید کی خوشبو سونگھی ہوئی ہے۔ احمد نور کابلی صاحب کی ناک کسی مرض کی وجہ سے جھڑ گئی تھی ان کے منہ پر چمڑے کی ناک تھی جس کی پھننگ پر سنہری عینک دھری رہتی تھی۔ بچے ان کی غنغناتی گفتگو پر ہنستے تو دادا جان بہت برا مانتے۔ ہمیں یہ بھی یاد ہے کہ دادا جان کا انتقال ہوا تو ہمیں احمد نور کابلی صاحب کو اطلاع دینے کے لئے بھیجا گیا۔ وہ کہیں اندرون شہر میں رہتے تھے۔ غالباً دادا جان کو غسل دینے والوں میں وہ بھی شامل تھے۔

سید احمد نور کابلی صاحب حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید کے شاگردوں اور جاں نثاروں میں سے تھے۔ سنگساری سے شہادت کے بعد شہید مرحوم کی نعش کئی دنوں تک وہیں پتھروں میں گڑی رہی۔ بادشاہ وقت کی طرف سے نعش مبارک کو وہاں سے ہٹانے کی ممانعت تھی۔ احمد نور صاحب نے کئی دنوں کے بعد ان کی نعش کو وہاں سے نکالا اور قبرستان میں جا کر دفن کیا۔ ان کی زبان سے ہم نے سنا کہ اتنے دنوں کے بعد بھی نعش مبارک سے خوشبو آتی تھی۔ شہید مرحوم کی یادگار تو تذکرۃ الشہادتین کی وجہ سے اب تک باقی ہے وہ ظالم کہاں ہیں؟ ان کا نام بھی مٹ گیا نشان بھی مٹ گیا۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

سید احمد نور صاحب کا چہرہ بہت نورانی چہرہ تھا۔ جریب ان کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ سر پر افغانوں والے صافہ کی بجائے پگڑی ہوتی تھی۔ لمبا چغہ سا پہنتے تھے۔ اواخر عمر میں شاید ذہن میں اختلال آ گیا تھا اس لئے کوچہ گرد ہو گئے تھے مگر ضعیف تھے جگہ جگہ تھک کر بیٹھ جاتے تھے قادیان کے لوگ ان کے مرتبہ کو جانتے تھے اس لئے کوئی ان سے بدتمیزی سے پیش نہیں آتا تھا۔ ان کی باتیں بے ربط ہوگئی تھیں مگر کبھی کبھی ایسی کام کی بات ان کے منہ سے نکل جاتی تھی کہ لوگ سر دھنتے رہ جاتے۔ ان کے صاحبزادے چاچاجی سید محمد نور ربوہ میں لمبے عرصہ تک زندہ رہے۔ ان کی سلاجیت ربوہ میں بہت بکتی تھی۔ ان کی بیٹی جو ہماری تائی تھیں دو بیٹے چھوڑ کر جوانی ہی میں فوت ہوگئیں تو ہمارے تایا نے دوسرا بیاہ نہیں کیا۔ ان کی دوسری بیٹی جنہیں ہم خالہ آمنہ کہتے تھے ہمارے ساتھ بڑی محبت کا سلوک روا رکھتی تھیں۔ ان کی اولاد یہاں کینیڈا میں آباد ہے کبھی کبھار انگریزی محاورہ کے مطابق ''نیلے چاند میں ایک دفعہ'' ان سے ملاقات بھی ہو جاتی ہے۔ چاچاجی سید محمد نور کے بیٹے یا بھانجے سید حسن نے ربوہ کی یادوں کے بارہ میں ایک بڑی اچھی کتاب لکھی ہے۔ خالہ آمنہ اللہ بخشے جب تک جیتی رہیں ہمارے ساتھ اسی محبت سے پیش آتی رہیں جیسے اپنے بھانجوں برکت اللہ، سمیع اللہ سے پیش آتی تھیں۔ اب تو ان کے دونوں بھانجے بھی اللہ کو پیارے ہوئے۔ ان کی بیٹی زکیہ چھوٹی سی تھی اور مڈل کا امتحان دینے کے لئے ہم سے انگریزی پڑھا کرتی تھی خدا معلوم اب وہ کہاں ہے؟ ہمیں وہ منی سی لڑکی اب بھی یاد ہے۔ خالہ آمنہ کا شفیق محبتوں والا چہرہ بھی یاد ہے۔ حامد نور صادق نور بھی یاد ہیں۔ خدا جانے سید احمد نور کابلی صاحب کا علمی ورثہ کہیں محفوظ ہے یا نہیں؟

ہماری بیت کے امام ڈاکٹر محمد طفیل صاحب ہوا کرتے تھے۔ ان کی گردن کوتاہ تھی۔ تیز تیز چلتے تھے۔ سر پر لنگی رکھتے تھے۔ ہمیں یاد ہے کہ ادھر گھر سے نکلتے تو لگتا تھا بھاگ کر بیت الذکر میں پہنچ گئے ہیں ہم لوگ اگر ان کے ساتھ گھر سے نکلتے تو بیت الذکر تک پہنچتے پہنچتے ایک رکعت قضاء ہو چکی ہوتی۔ ڈاکٹر صاحب دراصل ماسٹر صاحب تھے سکول میں پڑھاتے تھے۔ ہمیں جو زمانہ یاد ہے اس میں ریٹائر ہوگئے ہوں گے۔ لب سڑک ان کا مکان تھا۔ بیت نور اور ان کے مکان کے درمیان میں کالج کا میدان تھا۔ وہ گھر سے نکلتے ادھر ادھر دیکھے بغیر بیت تک جاتے ان کے جاتے ہی تکبیر کہی جاتی تھی۔ لوگ کہتے تھے کہ ان کی آمد و رفت گھڑی کی سوئی کے مطابق ہوتی ہے۔ ہمیں اس زمانہ میں اتنا شعور کہاں؟ مگر لوگوں سے سنی ہوئی بات ذہن میں رہ گئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی قراءت بہت اچھی تھی نماز مختصر اور سنوار کر پڑھاتے تھے۔ نماز میں تیزی نہیں دکھاتے تھے۔

ڈاکٹر محمد طفیل صاحب کا ذکر آیا تو اپنے چوہدری مظفرالدین صاحب یاد جو اپنے نام کے ساتھ ڈاکٹر نہیں لکھتے تھے مگر ہمارے سب بچوں کے معالج تھے۔ چوہدری مظفرالدین بنگالی، ریویو انگریزی کے ایڈیٹر تھے مگر دیکھنے میں نہ ایڈیٹر لگتے تھے نہ ڈاکٹر، ان جیسا سادہ اور نرم و ملائم آدمی ہم نے دنیا میں کم دیکھے۔ ہماری امی کو ان کے دست شفا پر بڑا اعتقاد تھا۔ بچوں میں سے کسی کو چھینک بھی آ جاتی تو فوراً کہتیں جاؤ چوہدری مظفرالدین سے دوا لے کر آؤ اور آفرین ہے چوہدری صاحب پر کہ دوپہر ہو رات ہو ان کے آرام کا وقت ہو، دن ہو رات ہو، ہم کسی بھی وقت ان کا دروازہ جا کھٹکھٹاتے تھے ان کے چہرہ پر کبھی ناگواری کے آثار ہم نے نہیں دیکھے۔ سفید ململ کا کرتا پہنے بیٹھک کا دروازہ کھولتے۔ مرض کی کیفیت سنتے اور چھوٹی چھوٹی کاغذ کی پرچیوں میں ہومیو پیتھک دوائیاں بڑے سلیقہ سے ڈال کر ان کی پڑیاں بنانے لگتے۔ وہ تحمل کے ساتھ مُنی مُنی پڑیاں بناتے رہتے اور زیر لب کچھ پڑھتے رہتے۔ ان کے ہاتھ کی بنی ہوئی منی منی پڑیاں بڑی شفا بخش ثابت ہوتی تھیں اور یہ ساری خدمت وہ محض خدمت کی غرض سے کرتے تھے کوئی مالی منفعت ان کا مقصود نہ تھی۔ ہومیو پیتھک علاج ان کا ذریعہ روزگار نہیں ذریعہ خدمت خلق تھا اور ہم نے کم لوگوں کو اس خدمت کو بشاشت سے سرانجام دیتے دیکھا ہے۔ ہومیو پیتھک علاج کے سیاق و سباق میں ثابت قدمی اور بشاشت قلبی سے علاج کرنے والے حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع بھی تھے۔ وہ مریض کی بات جس انہماک سے سنتے تھے اور جس طرح خوش دلی سے دوا دیتے تھے وہ اپنی جگہ ضرب المثل ہے۔ چوہدری مظفر الدین صاحب بنگالی، قادیان کب آئے اور کب سے وقف کیا ہمیں علم نہیں ہم نے ربوہ میں انہیں دیکھنا شروع کیا۔ بال بچوں والے ہو گئے تو ان کے علاج سے استفادہ کا موقع ملا۔ ان سے زیادہ نرم خو کوئی نہ دیکھا۔

بنگال کے دو تین آدمی ہماری جان پہچان کے ہیں۔ اپنے صوفی مطیع الرحمٰن صاحب۔ امریکہ کے مربی رہے۔ ہم نے جب انہیں دیکھا اس وقت صاحب فراش تھے اور معذور۔ دوسرے اپنے ماسٹر عبدالرحمٰن

صاحب بنگالی۔ ہم نے ان سے انگریزی پڑھی۔ انگریزی کے اصل استاد تو میاں محمد ابراہیم صاحب جمونی تھے مگر کبھی کبھار ماسٹر بنگالی صاحب بھی کلاس لیتے تھے۔ ان کی اولاد میں سے کمال الدین مرحوم اور جمال الدین ہمارے شاگرد ہوئے۔ کمال الدین بچارا جوانی میں نوجوان بچے چھوڑ کر راہی بقا ہوا۔ اب اس کی اولاد یہاں کینیڈا میں ہے۔ اس کی امی آپا امینہ اور چوہدری مظفرالدین صاحب کی بیگم آپا رشیدہ ہماری بہنیں ہیں۔ اب بات ایک اور بےنفس آدمی کی طرف مڑ گئی پہلے ان کا ذکر کرلیں تو بات آگے بڑھے۔

قادیان میں ہمارے محلّہ میں ایک بزرگ اور بوڑھے رسالدار رہا کرتے تھے رسالدار سردار کرم داد خان۔ آپ فوج سے اعزاز کے ساتھ ریٹائر ہوئے تو حضرت صاحب کی حفاظت پر مستعد ہوگئے۔ ہم جلسہ سالانہ کی تصویروں میں سردار کرم داد خان صاحب کو اپنی وردی پہنے نمایاں طور پر پہچان سکتے ہیں۔ سردار کرم داد خان صاحب کی شادی حضرت پیر منظور محمد (صاحب یسرنا القرآن) کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ ان کے بطن سے دو بیٹیاں تھیں۔ بیٹیاں چھوٹی ہی تھیں کہ ان کی ماں کا انتقال ہوگیا۔ اس وقت سردار کرم داد خان بڑھوتی کی عمر میں تھے مگر ان کی ضرورت اور اخلاص کو دیکھتے ہوئے ہمارے دادا خسر حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب حلالپوری نے اپنی بیٹی ان کے عقد میں دے دی۔ ہماری اُن پھوپھی کا نام عارفہ تھا اور وہ ربوہ میں لمبی عمر پانے کے بعد فوت ہوئیں۔ ان کی بیٹیاں آپا امینہ اور رشیدہ تھیں ایک ماسٹر عبدالرحمٰن بنگالی کے عقد میں آئیں اور ایک چوہدری مظفرالدین بنگالی کے حبالۂ عقد میں۔ سردار کرم داد خان صاحب کو ہم قادیان کے زمانہ سے جانتے تھے اور انہیں پھوپھا جی ہی کہا کرتے تھے شاید اس وجہ سے کہ ہماری پھوپھی جی کی ایک بہن پھوپھی محمد بی تھیں وہ سردار نذر حسین بلوچ سے بیاہی ہوئی تھیں جو ان کے عزیزوں میں سے تھے ان کی بیٹی آپا طیفی تھیں جنہوں نے چنیوٹ میں ہماری سکول کی تعلیم کے دوران ہماری بہت دیکھ ریکھ کی۔ قادیان میں ہجرت کے وقت ہماری بیٹھک میں ایک تو چچا رفیق حیات کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک وصلی تھی الیس اللّٰہ (.) اور ایک آپا طیفی کی تصویر تھی جس میں وہ ہمیں گود میں اٹھائے بیٹھی ہیں۔ ہجرت کے کوئی بارہ تیرہ برس بعد ہم قادیان گئے بیٹھک میں وہ تصویر اور وصلی اسی طرح موجود تھیں۔ کوئی سردار صاحب اس گھر میں مقیم تھے ہم نے کہا یہ ہمیں دے دیں کہنے لگے نہیں یہ لکھائی بہت خوبصورت ہے میں نہیں دے سکتا اور دوسری تصویر تو یہ میری بیٹھک کی واحد ڈیکوریشن ہے۔ ہم نے اسے بتایا کہ اس تصویر میں جو بچہ ہے وہ ہم ہیں۔ کوئی صاحب ذوق تھا کہنے لگا ’’تو پھر گود سے نکل کر بھاگ جائیں۔ میں تصویر نہیں دے سکتا‘‘۔

جن پھوپھی عارفہ کا ہم نے ذکر کیا وہ بھی بڑی صاحب ذوق تھیں۔ ایک روز خود سنانے لگیں کہ میں حلالپور گاؤں میں استانی تھی۔ لڑکیاں بہت بدتمیز اور جھگڑالو تھیں۔ ایک روز بہت شور مچا رہی تھیں۔ اور میں مسلسل انہیں چپ کروانے کی کوشش کر رہی تھی مگر وہ چپ ہو کے نہیں دیتی تھیں۔ سکول میں ایک مددگار کارکنہ تھی اس کو بڑا غصہ آیا۔ وہ کلاس کے اندر آ گئی اور لڑکیوں سے کہنے لگی ’’تم کس قدر بدتمیز ہو استانی جی کب سے بھونک رہی ہیں اور تم سنتی تک نہیں ہوخبردار اب جو کسی نے منہ سے آواز نکالی تو میں سب کا گلا گھونٹ دوں گی‘‘۔ کہنے لگیں اس بات پر سب سے زیادہ ہنسی اس کی ’’محاورہ پسندی‘‘ پر مجھے آئی اس کی نیک نیتی تھی کہ لڑکیاں چپ ہوگئیں اور میں اب تک اس کے لطیفہ پر ہنس رہی ہوں۔

مبشر احمد محمود صاحب

اُسے کہنا دسمبر آگیا ہے

جلسہ سالانہ کی پرکیف یادوں کا مہینہ

دُنیا بھر کے احمدیوں، خصوصاً اہل ربوہ کیلئے دسمبر سردی، دُھند اور کہر میں لپٹے کسی موسم کا نام نہیں بلکہ رُوح تک کو پگھلا دینے والی یادوں کی تمازت کا نام ہے اور آئینوں جیسی صاف شفاف، للّٰہی محبتوں کی دل گداز بازگشت کا موسم ہے۔ دسمبر جو کبھی سال بھر کے مہینوں کا مہینہ ہوا کرتا تھا، اور سال کے سارے موسم اسی ایک محور کے گرد گھوما کرتے تھے اور اب ...... اب دسمبر وقت کے ایک ایسے پڑاؤ کا عنوان ہے جہاں مسافر کارواں در کارواں اترتے رہے اور یادوں کے الاؤ کچھ اس اہتمام کے ساتھ روشن کر کے رُخصت ہوئے کہ یہ چنگاری بجھتی ہی نہیں۔ یہ روشنی مدہم ہوتی ہی نہیں۔

ربوہ کا دسمبر اپنی زبانِ حال سے ہمیں سمجھایا کرتا تھا کہ غریب دُلہن کی سجاوٹ کیا ہوتی ہے۔ شہروں کا یہ شہر اپنے سالانہ جلسہ کیلئے گویا ایک انگڑائی لے کر بیدار ہوتا تھا اور اپنے مہمانوں کے سواگت کیلئے یہ غریب دُلہن بہت پہلے سے ہی سجنا سنورنا شروع ہوجاتی تھی۔ تب آج جیسی امارت اور چکا چوند تو یقیناً نہیں تھی لیکن جذبے اور سلیقے کی امارت بہت تھی جس کی نمائش قدم قدم پر اور دل کھول کر کی جاتی تھی۔ جماعتی عمارات اور مکانات وغیرہ کی تعمیر و تزئین تو ہوتی ہی تھی، بے شمار غریب مکان بھی جیسے گھر بننے کی تیاریوں میں مصروف ہوجاتے تھے۔ سال بھر سے نظر انداز کئے ہوئے چھوٹے چھوٹے کام شروع ہوجاتے۔ حسب توفیق مرمت و آرائش اور رنگ و روغن کا اہتمام ہونے لگتا۔ اور کچھ نہیں تو در و دیوار کو سفیدی تو ضرور ہی نصیب ہوجاتی تھی۔ کچن کو سٹور اور سٹور کو کمرہ بنا کر مہمانوں کیلئے زیادہ سے زیادہ گنجائش پیدا کی جاتی۔ مزید تعمیر کی توفیق یا وسعت نہ ہوتی تو صحن میں ایک دو خیمے ایستادہ کرلئے جاتے تھے۔ گھر میں موجود بستروں، رضائیوں، چارپائیوں کا شمار ہونے لگتا تھا۔ نئی پلیٹوں، پیالیوں کی فکر ہوتی۔ لنگر سے کھانا لانے کیلئے نئی بالٹیاں اور ’’پونے‘‘ خریدے جاتے تھے۔ گھروں سے باہر اجتماعی وقارِ عملوں سے عموماً کچی سڑکیں اور ناپختہ گلیاں صاف اور ہموار ہونے لگتی تھیں۔ درختوں، پودوں کی کٹائی چھدرائی ہوتی، جھاڑ جھنکار ہٹایا جاتا، مسلسل چھڑکاؤ ہوتا اور دنوں میں سارا شہر اُجلا اُجلا اور نکھرا نکھرا نظر آنے لگتا۔ شہر بھر کی فضا جیسے نیا پیرہن پہن لیتی اور سارے مکان اور ان کے مکین جیسے زندگی کے کسی اور ہی رنگ میں رنگین ہوجاتے تھے۔ سارے بام و در اور سارے گھر سج سنور کر اور گویا منڈیروں پر دیئے جلا کر کسی کی راہ تکنے لگتے تھے۔

جُوں جُوں دسمبر آگے بڑھتا، لگتا کہ یہ شہر ہر روز ایک نئی کروٹ بدل رہا ہے۔ رفتہ رفتہ ساری فضا میں کسیر (پرالی) کی خوشبو اور اس خوشبو کو لانے والے اونٹوں کی گھنٹیوں کا نغمہ فضا میں گونجنے لگتا۔ کھلے میدانوں میں شامیانوں اور خیموں کے رنگ پھیل جاتے۔ چھوٹے چھوٹے عارضی غسل خانوں کی قطاریں نمودار ہوجاتیں۔ گھروں، گلیوں، بازاروں میں ہر دن کے ساتھ گہما گہمی اور رونق بڑھنے لگتی تھی۔ گولبازار کے سب سے نمایاں کارنر پر شیزان کا بہت بڑا اسٹال ایستادہ ہوجاتا اور عارضی طور پر بنائے گئے بڑے بڑے ریستوران سج جاتے تھے۔

پھر دسمبر کا آخری عشرہ شروع ہوتا اور وہ دن آجاتے کہ گویا ؎

دن گنا کرتے تھے جس دن کیلئے

21 دسمبر کو دفتر جلسہ سالانہ کے صحن میں ڈیوٹیوں کے باقاعدہ آغاز کی تقریب ہوتی جس میں خلیفہ وقت بنفس نفیس تشریف لاکر خطاب فرماتے اور دُعاؤں سے نوازتے تھے۔ اس آغاز کے ساتھ ہی بے شمار روشن چہروں والے نوجوانوں کے کندھوں پر اپنی اپنی مفوضہ خدمت سے متعلقہ ’’بِلّے‘‘ سج جاتے اور گویا اگلے ہفتہ عشرہ کیلئے ہر قسم کے آرام و آسائش سے بے نیازی اور صرف خدمت خدمت اور خدمت کا بگل بج جاتا تھا۔ معزز مہمانوں کی آمد بڑھ جاتی تو ریلوے اسٹیشن اور لاری اڈہ پر استقبالیہ کے دفتر قائم کردیئے جاتے تھے۔ مہمانوں اور اُن کے گول مول سے لپٹے ہوئے بستروں سے بھری ہوئی بسیں آتیں تو فضا دُعائیہ اور استقبالیہ نعروں سے گونج اٹھتی۔ خدام و اطفال لپک کر آگے بڑھتے اور اپنی جسامتوں سے بڑے اور طاقتوں سے وزنی بستر اُٹھانے کی کوشش کرتے تو مہمانوں کی محبتیں اور میزبانوں کی مسکراہٹیں دیدنی ہوتیں۔ دفاتر صدر انجمن کے ایک کونہ میں ’’معلومات و گم شدہ اشیاء‘‘ کا دفتر قائم کردیا جاتا تھا۔ جہاں سے دن رات نظمیں، استقبالیہ کلمات اور اپنے بچوں اور سامان کی خاص حفاظت کرنے کے اعلانات گونجتے رہتے تھے۔ سڑکوں پر مہمانوں کا ہجوم بڑھتا تو کنوؤں اور مالٹوں کے ڈھیر اور سرما کے خشک میووں سے لدی ہوئی ریڑھیاں بھی کہیں سے نمودار ہوجاتیں۔ اُدھر ربوہ بھر میں پھیلے ہوئے لنگر خانوں کے اندر سے بڑے بڑے آلو گوشت کے سالن اور نہایت مخصوص ذائقہ والی دال کی اشتہاء انگیز خوشبو اُٹھنے لگتی تو باہر ہاتھوں میں بالٹیاں اور پونے لے کر کھڑے ہوئے خوش بخت میزبانوں کی لمبی قطاریں نظر آنے لگتی تھیں۔

27,26 اور 28 دسمبر کے دن آتے تو گویا مسافر اس منزل کو پالیتے جس کیلئے طویل فاصلوں کے سفر کئے گئے تھے اور جیسے وہ شمع روشن ہوجاتی جس کیلئے نقدِ جاں ہتھیلیوں پر لئے پروانے ایک عمر سے سرگرداں تھے۔ بیت اقصیٰ کے سامنے وسیع و عریض جلسہ گاہ میں مردوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن ہوجاتا اور خلافت لائبریری کے عقب میں زنانہ جلسہ گاہ سے مستورات اور بچوں کا خوشگوار شور سنائی دینے لگتا تھا۔ وجد و کیف اور وارفتگی کا ایک عجیب عالم طاری ہوجاتا تھا اور ساری فضا نعرہ ہائے تکبیر و توحید سے گونج اُٹھتی تھی اور یہ تین دن دِلوں کی سماعت اور روحوں کی بصارت کے ساتھ وجد آفریں فرمودات سنتے اور روح پرور نظارے دیکھتے ہوئے گویا لمحوں میں گزر جاتے تھے۔ دِلوں کے گداز اور روحوں کے اتصال کی ان کیفیات کو لفظوں میں بیان کرنا حقیقتاً ناممکن ہے۔ عجزِ بیان مانع نہ ہو تو وفورِ جذبات سے ہی قلم گنگ ہو کر رہ جاتا ہے کہ ؎

بس میں نہیں جذبات نہ پوچھو
اس موسم کی بات نہ پوچھو

پھر وہ وقت بھی آجاتا کہ مسکراتے چہروں کے ساتھ آنے والے مہمان نمناک آنکھوں کے ساتھ رُخصت ہونے لگتے تھے۔ یہ اہل ربوہ کیلئے بڑا مشکل وقت ہوتا تھا۔ گویا ایک پاکیزہ نشہ میں سرشاری کی کیفیت ختم ہوئی اور گہری اُداسی کے طویل دن شروع ہوگئے۔ بہت دن تک دل و دماغ رنجور اور طبیعتیں اُچاٹ رہا کرتی تھیں۔ کوئی ہجر و وصال کا فلسفہ بیان کرنے کی کوشش کرتا تو آنکھیں بھیگ جایا کرتیں۔ ایسے کسی بھی تذکرے پر دل کے بہلانے کو ایک دوست ہمیشہ یہ شعر سنایا کرتے تھے۔ ؎

اب اُداس پھرتے ہو سردیوں کی شاموں میں
اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں

اُداس پھرنے والوں، یاد رکھنے والوں، محبت کرنے والوں اور دُعائیں دینے والوں کو صرف یہ یاد دلانا ہے کہ ’’دسمبر آگیا ہے‘‘۔

مکرمہ فریحہ ظہیر صاحبہ

رشید احمد جاوید بھیروی صاحب کا ذکر خیر

میرے والد مرحوم کے دوست جن کو میں چچا کہتی تھی۔رشید احمد جاوید صاحب 1943ء میں پیدا ہوئے۔ آپ تین بہنوں اور ایک بھائی پر مشتمل گھرانے کا حصّہ تھے آپ کو حضرت مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاول کا ہم وطن ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔آپ نے بھیرہ سے ہی تعلیم حاصل کی اور ایگریکلچر بینک آف پاکستان (زرعی ترقیاتی بنک) میں ملازمت اختیار کی۔ اور تادم آخر وہیں سے وابستہ رہے۔آپ کے ایک ہی بیٹے ہیں۔رفیق احمد ناصر جو جامعہ احمدیہ میں استاد ہیں۔

میرے پیارے چچا جان نے ہمیشہ نظام جماعت سے وابستگی کو اپنے لئے باعث فخر سمجھا۔آپ کو بزرگان دین خلفاء احمدیت اور حضرت مسیح موعود سے والہانہ محبت تھی۔آپ جذبہ اطاعت سے سرشار تھے ہر تحریک پر لبیک کہنا آپ کا شعار تھا چندوں کی ادائیگی آپ نہایت خوش دلی سے اور بروقت کیا کرتے تھے۔آپ موصی بھی تھے آپ کی زندگی میں ہی آپ کو آپ کے غیراز جماعت دوست اور ساتھی کہا کرتے تھے کہ ہمارا تمہارا مسلک تو جدا ہے لیکن یہ بات ہم مانتے ہیں کہ تم جنتی وجود ہو۔کاش تم احمدی نہ ہوتے۔ چچا جان مرحوم ہنس کر جواب دیتے کہ میری تو خوبی ہی یہ ہے کہ میں احمدی ہوں اور مجھ میں ہے ہی کیا؟ سب احمدیت کی برکات ہیں۔ آپ وعدے کے نہایت پکے اور قول کے سچے انسان تھے۔خاندان کے تمام بچے اور بڑے آپ کے گرویدہ تھے آپ کے گھر ہروقت ایک تقریب کا سماں ہوتا تھا۔مہمان نواز بھی بے حد تھے۔سب رشتہ داروں کو التزام سے اپنے گھر بلاتے تھے۔محترمہ چچی جان ناصرہ نے بتایا کہ جب 1973ء کے فسادات ہوئے تو آپ سرگودھا میں تعینات تھے آپ پر احمدیت سے پھر جانے کے لئے بہت دباؤ ڈالا گیا جان کا خطرہ الگ تھا تبادلے کی دھمکی بھی دی گئی دفتر والوں کی طرف سے الگ پریشانی تھی لیکن آپ حوصلے کا پہاڑ ثابت ہوئے اور کوئی دھمکی ،کوئی دباؤ آپ کو آپ کے مسلک سے ایک قدم بھی پیچھے ہٹانے میں کامیاب نہ ہوسکا۔آپ کے سرگودھا والے مکان کو سامان سمیت جلانے کی کوشش کی گئی آپ کا تبادلہ بھلوال کر دیا گیا۔ بھلوال میں آپ کو اور بھی زیادہ مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ایک جلوس نے آپ کے دفتر کا گھیراؤ کرلیا اور اصرار کرنے لگے کہ کہہ دو میں احمدی نہیں ہوں آپ بہ مشکل اپنی جان بچا کر دفتر کی کھڑکی سے باہر نکلے لیکن ایمان سے پھرنے کا خیال تک دل میں نہ لائے۔تین ماہ کی جبری رخصت دے کر آپ کو منظر سے ہٹا دیا گیا جبراً ترقی بھی روک لی گئی۔آپ نے 9 چک پنیار میں رہائش اختیار کی۔

آپ دس سال سیکرٹری مال رہے اور بہت ایمان داری سے کام کیا وہاں کی جماعت آج تک آپ سے بہت محبت کرتی ہے۔ چچی جان ناصرہ نے مزید بتاتے ہوئے کہا کہ جب آپ چندہ لینے نکلتے تو سب سے پہلے اپنا چندہ ادا کرتے اور اپنی رسید کاٹتے۔اپنی بیگم کے چندہ جات بھی التزام سے ادا کرتے۔دعوت الی اللہ پر بڑے شوق سے جاتے اور غیر از جماعت دوستوں کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے اپنے ذاتی خرچ پر ملوانے کے لئے لے کر آتے۔ اخلاص سے جماعت سے وابستہ رہے۔ اور کہا کرتے کہ مرکز آنا تو ایک سعادت ہے شکر ہے کہ مجھے یہاں آ کر بزرگان سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ چچی جان نے مزید کہا کہ جب آپ مینیجر ہونے لگے تو R.M نے آپ سے ملاقات کی اور پوچھا کہ آپ اتنے ایماندار آدمی ہیں آپ اس سیٹ پر کام کرلیں گے؟ کیونکہ مینیجر کی سیٹ پر رشوت اور سود بہت چلتا ہے مگر آپ نے دیانتداری کے بلند معیار قائم کئے۔

آپ کی بہو امتہ الباسط صاحبہ نے بتایا کہ آپ دوسروں کے جذبات کا بہت خیال رکھتے تھے۔اگر کبھی گھر میں اونچی آواز میں بول لیتے تو فوراً معذرت کرتے کہ میں دل کا مریض ہوں شاید میرے اس طرز عمل سے کسی کا دل دکھا ہو۔

میرے والد سید ظہور احمد شاہ صاحب مرحوم اور چچا رشید آپس میں دوست تھے۔ میں نے ہمیشہ محسوس کیا کہ والد مرحوم اور چچا جان ایک دوسرے سے محبت کرنے کے علاوہ ایک دوسرے کا احترام بہت زیادہ کرتے ہیں۔میرے والد صاحب تو چچا رشید کی بات کو رد کیا ہی نہیں کرتے تھے میرے اکلوتے بھائی کے بیرون ملک جانے کا مسئلہ درپیش آیا تو والد صاحب ایک ہی لڑکا ہونے کی وجہ سے ہچکچا رہے تھے اس موقع پر چچا رشید کی سفارش کروائی گئی اور والد صاحب نے یہ کہہ کر اجازت دے دی کہ ”رشید صاحب اب میں آپ کو انکار تو کر ہی نہیں سکتا“ دوستوں سے دوستوں کی زندگی میں تو دوستی نبھانے کی باتیں بہت سنی ہیں لیکن میرے چچا رشید نے میرے والد کی وفات کے بعد اپنی وفات تک جس طرح اس رشتے کو نبھایا وہ نہ صرف قابل ستائش ہے بلکہ قابل تقلید بھی ہے۔ پینشن کے سلسلے میں بیواؤں کو عموماً بار بار دفتر جانا پڑتا ہے اور بھانت بھانت کے آفیسرز سے ملنا پڑتا ہے لیکن چچا جان مرحوم نے میرے والد کی وفات کے بعد گھر آ کر پہلی مرتبہ میری والدہ سے براہ راست گیٹ کے باہر سے بات کرتے ہوئے کہا کہ ”آپا! آپ کو بالکل دفتر جانے کی ضرورت نہیں میں ہر طرح کا کام میں کروا دوں گا آپ بےفکر رہیں جب تک میں زندہ ہوں آپ کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں“ اور انہوں نے اپنا کہا سچ کر دکھایا چاہے انہیں چنیوٹ کے کتنے ہی چکر کیوں نہ لگانے پڑے ہوں لیکن ان کی زندگی میں میری والدہ نے دفتر کا منہ نہیں دیکھا ان کی وفات کے بعد جب والدہ مرحومہ پہلی مرتبہ دفتر میں خود اپنی پینشن لینے گئیں تو آبدیدہ ہوکر کہنے لگیں کہ ”آج میرے بھائی نہیں رہے تو مجھے یہاں آنا پڑ رہا ہے ورنہ تو میں نے کبھی غیروں سے اس کام کے لئے بات ہی نہیں کی تھی“ آپ باقاعدگی سے اپنی وفات تک پینشن پہنچانے آیا کرتے۔ مجھ سے ہمیشہ نہایت شفقت اور محبت سے پیش آتے اور حسب موقع کوئی نصیحت یا کام کی بات بھی بتاتے۔ والدہ مرحومہ سے ہر بار پوچھتے کہ کوئی کام ہو تو بتائیں۔والدہ شکریہ کے ساتھ منع کر دیتیں۔آخری ملاقات میں مجھے نصیحت کرتے ہوئے فرمانے لگے کہ میں تمہیں بس یہی کہنا چاہتا ہوں کہ اپنے مسلک پر ڈٹے رہنا اور اپنے نظریات پر کبھی سمجھوتہ نہ کرنا۔بڑے انسان نہ بھی بن سکو اچھے انسان ضرور بننا۔پھر بےشمار دعاؤں سے زیرلب نوازا ایسا لگتا تھا جیسے آپ کو علم ہے کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔

مجھے کبھی بھی نہیں بھول سکتا کہ کیسے آپ میری کامیابیوں پر، میری ترقیوں پر، مجھے بڑھتے دیکھ کر مجھ سے بڑھ کر خوش ہوتے تھے جب میں نے پہلی مرتبہ برقعہ پہنا، جب میرا کلام پہلی مرتبہ مصباح میں چھپا، جب میں نے لجنہ کے پہلے مشاعرے میں شرکت کی، جب میں نے پہلی مرتبہ کوکنگ کی ان سب موقعوں پر چچا رشید کے تاثرات دیدنی تھے۔

خداتعالیٰ کے خاص فضل اور چچا جان کی دعاؤں سے مجھے بیاہ کر چچا جان کے خاندان میں ہی آنے کا موقع نصیب ہوا میرے میاں مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ محترم ظہیر احمد بابر چچا جان کی بیگم کی بہن کے بیٹے ہیں اور چچا جان میرے میاں ظہور احمد صاحب سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے افسوس کہ میری شادی پر وہ زندہ نہیں تھے ورنہ وہ اس رشتے پر بہت خوش ہوتے اور یقین جانیں کہ میں نے جہاں جہاں اپنے والدین کی کمی محسوس کی وہیں چچا رشید کی کمی بھی دامن دل کھینچتی رہی۔عزیز قارئین! آپ سب سے درخواست ہے کہ ہمیں اور چچا جان مرحوم کو اپنی دعاؤں میں شامل کریں کہ ایسے لوگ تو زندگی کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ان الفاظ کے ساتھ مضمون ختم کرتی ہوں۔

کنار رحمت حق میں اسے سلاتی ہے
سکوت شب میں فرشتوں کی مرثیہ خوانی
طواف کرنے کو صبح بہار آتی ہے
صبا چڑھانے کو جنت کے پھول لاتی ہے!

☆......☆......☆......☆

جھوٹی الزام تراشی

اعظم سلطان سہروردی ایڈووکیٹ اپنے کالم میں ”قادیانی ہونے کا الزام“ کے تحت لکھتے ہیں:۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے احمدیوں (قادیانیوں) کو ملت پاکستان کا حصہ قرار دیا تھا۔اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ چودھری ظفر اللہ خان کو پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ بنایا گیا۔ بعدازاں احمدی (قادیانی) حضرات ملت پاکستان کی اکثریت کی ناپسندیدگی کا ٹارگٹ بن گئے۔............

پاکستان میں جب قادیانیت غیظ وغضب کا شکار ہوئی تو بعض مولوی اور علماء صاحبان بعض غیر پسندیدہ لوگوں پر بھی قادیانی ہونے کا الزام لگانا شروع کردیا۔ روزنامہ ”امروز“ 29 جولائی 1970ء میں ذوالفقار علی بھٹو پر قادیانیوں سے خفیہ معاہدہ کرنے کا الزام لگا۔ بھٹو صاحب کو وضاحت کرنا پڑی کہ میں نے قادیانیوں سے کوئی خفیہ سمجھوتہ نہیں کیا۔ 17 نومبر 1983ء کے روزنامہ ”جنگ“ اور روزنامہ ”نوائے وقت“ میں ضیاء الحق کو کہنا پڑا کہ ان کے بارے میں یہ الزام کہ وہ قادیانی ہیں، شرانگیز پروپیگنڈا ہے۔ اور یہ کہ اس پروپیگنڈے میں جمعیت علماء اسلام کے کچھ لوگوں کا ہاتھ ہے۔ روزنامہ پاکستان 19 / اکتوبر 1993ء میں منظور وٹو پر جب وہ وزیراعلیٰ نامزد ہوئے یہ الزام لگا کہ وہ قادیانی ہیں۔منظور وٹو نے سپاہ صحابہ کو ایک خط لکھا اور عقیدے کی وضاحت کی جو سپاہ صحابہ کے ترجمان کی جانب سے اخبارات میں شائع ہوئی۔

انسانی حقوق کمیشن کی عاصمہ جہانگیر پر بھی قادیانی ہونے کا الزام لگایا گیا۔ 19 مارچ 1997ء میں روزنامہ ”خبریں“ نے ان کی وضاحت شائع کی کہ وہ قادیانی نہیں ہیں لیکن ان کے شوہر کے بارے میں پھر بھی یہ کہا گیا کہ وہ لاہوری مرزائی ہیں۔...........

خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ مذہب کے نام پر جھوٹی الزام تراشیوں کا سلسلہ بند کیا جائے۔ مذہب کے نام پر بلیک میلنگ سنگین جرم ہونا چاہئے۔افسوس کی بات ہے کہ توہین رسالت کے جرم میں یہ بات شامل نہیں کی گئی کہ کسی مسلمان کو غیر مسلم کہنا بھی توہین رسالت کے ذیل میں جرم قرار دیا جانا چاہئے۔ (روزنامہ خبریں لاہور 18 جولائی 2004ء)

ترقی کا صحیح پیمانہ

ھرقل اور ابوسفیان کے مابین سوال وجواب کا ذکر کرتے ہوئے محمد زکریا صاحب فرماتے ہیں۔

جو ترقی ضعفاء سے شروع ہوکر اقویا کی طرف جاتی ہے وہ قوی ہوا کرتی ہے اس لئے کہ وہ محض اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور جو شہرت اغنیا کی طرف سے ہوتی ہے وہ کمزور ہوتی ہے کیونکہ وہ محض ان کے پروپیگنڈے سے ہوتی ہے۔

(تقریر بخاری شریف اردو۔جلد اول ص 107 از محمد زکریا۔دارالاشاعت کراچی۔طبع اول۔جون 88ء)

وصایا

ضروری نوٹ

مندرجہ ذیل وصایا مجلس کارپرداز کی منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جارہی ہیں کہ اگر کسی شخص کو ان وصایا میں سے کسی کے متعلق کسی جہت سے کوئی اعتراض ہو تو **دفتر بہشتی مقبرہ** کو پندرہ یوم کے اندر اندر تحریری طور پر ضروری تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔

(سیکرٹری مجلس کارپرداز۔ربوہ)

مسل نمبر 39871 میں محمد یوسف ولد بشیر احمد قوم مغل پیشہ ٹھیکیداری عمر 50 سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن چک 46 شمالی گلی نمبر 2 سرگودھا بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکرہ آج بتاریخ 14-8-04 میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدرانجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔اس وقت میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کوئی نہیں ہے۔اس وقت مجھے مبلغ -/10000 روپے ماہوار بصورت ٹھیکیداری مل رہے ہیں۔میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی 1/10 حصہ داخل صدرانجمن احمدیہ کرتا رہوں گا۔اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جاوے۔العبد محمد یوسف گواہ شد نمبر 1 محمد اشرف ڈھڈی ولد غلام حیدر ڈھڈی چک نمبر 46 شمالی گلی نمبر 2 سرگودھا گواہ شد نمبر 2 ملک محمد تجمل وصیت نمبر 28258

مسل نمبر 39872 میں بشریٰ بیگم زوجہ محمد یوسف قوم راجپوت پیشہ خانہ داری عمر 48 سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن چک 46 شمالی گلی نمبر 2 سرگودھا بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکرہ آج بتاریخ 5-5-04 میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدرانجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔1۔حق مہر بذمہ خاوند -/15000 روپے۔2۔طلائی زیورات وزن 5 تولے مالیت اندازاً -/45000 روپے۔اس وقت مجھے مبلغ -/300 روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی 1/10 حصہ داخل صدرانجمن احمدیہ کرتی رہوں گی۔اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جاوے۔الامتہ بشریٰ بیگم گواہ شد نمبر 1 محمد اشرف ڈھڈی ولد غلام حیدر ڈھڈی چک 46 شمالی گلی نمبر 2 سرگودھا گواہ شد نمبر 2 ملک محمد تجمل وصیت نمبر 28258

مسل نمبر 39873 میں صوفیہ صباحت بنت محمد یوسف قوم مغل پیشہ طالب علم عمر 20 سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن چک 46 شمالی گلی نمبر 2 سرگودھا بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکرہ آج بتاریخ 14-8-04 میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدرانجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔اس وقت میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کوئی نہیں ہے۔اس وقت مجھے مبلغ -/300 روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی 1/10 حصہ داخل صدرانجمن احمدیہ کرتی رہوں گی۔اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جاوے۔الامتہ صوفیہ صباحت گواہ شد نمبر 1 محمد اشرف ڈھڈی ولد غلام حیدر ڈھڈی چک 46 شمالی گلی نمبر 2 سرگودھا گواہ شد نمبر 2 ملک محمد تجمل وصیت نمبر 28258

مسل نمبر 39874 میں ھبتہ الرحمٰن ولد محمد یوسف مغل قوم مغل پیشہ طالب علم عمر 18 سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن چک 46 شمالی گلی نمبر 2 سرگودھا بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکرہ آج بتاریخ 20-8-04 میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدرانجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔اس وقت میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کوئی نہیں ہے۔اس وقت مجھے مبلغ -/100 روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی 1/10 حصہ داخل صدرانجمن احمدیہ کرتا رہوں گا۔اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جاوے۔العبد ھبتہ الرحمٰن گواہ شد نمبر 1 محمد یوسف مغل ولد بشیر احمد چک 46 گلی نمبر 2 سرگودھا گواہ شد نمبر 2 محمد اشرف ڈھڈی ولد غلام حیدر چک 46 شمالی گلی نمبر 2 سرگودھا

مسل نمبر 39875 میں محمد اشرف ڈھڈی ولد غلام حیدر ڈھڈی قوم ڈھڈی پیشہ دوکانداری عمر 43 سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن چک نمبر 46 شمالی گلی نمبر 2 سرگودھا بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکرہ آج بتاریخ 19-9-04 میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدرانجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔1۔رہائشی مکان برقبہ 6 مرلے واقع چک نمبر 46 شمالی گلی نمبر 2 اندازاً قیمت -/600000 روپے۔اس کے 1/4 حصہ کی ملکیت میری ہے۔2۔خالی پلاٹ نمبر 45 مین گلی بشیر نزد قینچی موڑ سرگودھا اندازاً قیمت -/700000 روپے۔3۔پرائز بانڈز مبلغ -/7500 روپے۔4۔نقد رقم مبلغ -/20000 روپے۔اس وقت مجھے مبلغ -/7250 روپے ماہوار بصورت دکانداری مل رہے ہیں۔میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی 1/10 حصہ داخل صدرانجمن احمدیہ کرتا رہوں گا۔اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جاوے۔العبد محمد اشرف ڈھڈی گواہ شد نمبر 1 محمد آصف مغل ولد بشیر احمد مغل چک 46 شمالی گلی نمبر 2 سرگودھا گواہ شد نمبر 2 ملک محمد تجمل وصیت نمبر 28258

مسل نمبر 39876 میں سعیدہ یاسمین زوجہ محمد اشرف ڈھڈی قوم راجپوت پیشہ خانہ داری عمر 45 سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن چک 46 شمالی گلی نمبر 2 سرگودھا بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکرہ آج بتاریخ 19-2-04 میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدرانجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کر دی گئی ہے۔1۔طلائی زیورات وزنی 110 گرام قیمت -/70000 روپے۔2۔حق مہر مبلغ -/15000 روپے بذمہ خاوند۔اس وقت مجھے مبلغ -/500 روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی 1/10 حصہ داخل صدرانجمن احمدیہ کرتی رہوں گی۔اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جاوے۔الامتہ سعیدہ یاسمین گواہ شد نمبر 1 محمد اشرف ڈھڈی ولد غلام حیدر ڈھڈی چک 46 شمالی گلی نمبر 2 سرگودھا گواہ شد نمبر 2 ملک محمد تجمل وصیت نمبر 28258

مسل نمبر 39877 میں محمد توصیف خان ولد محمد اشرف ڈھڈی قوم ڈھڈی پیشہ طالب علم عمر 15 سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن چک 46 شمالی گلی نمبر 2 سرگودھا بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکرہ آج بتاریخ 19-9-04 میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدرانجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔اس وقت میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کوئی نہیں ہے۔اس وقت مجھے مبلغ -/200 روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی 1/10 حصہ داخل صدرانجمن احمدیہ کرتا رہوں گا۔اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جاوے۔العبد محمد توصیف خان گواہ شد نمبر 1 محمد اشرف ڈھڈی ولد غلام حیدر چک 46 شمالی گلی نمبر 2 سرگودھا گواہ شد نمبر 2 ملک محمد تجمل وصیت نمبر 28258

مسل نمبر 39878 میں محمد نجیب خان ولد محمد اشرف ڈھڈی قوم ڈھڈی پیشہ طالب علم عمر 15 سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن چک 46 شمالی گلی نمبر سرگودھا بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکرہ آج بتاریخ 19-9-04 میں وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدرانجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔اس وقت میری جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کوئی نہیں ہے۔اس وقت مجھے مبلغ -/200 روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی 1/10 حصہ داخل صدرانجمن احمدیہ کرتا رہوں گا۔اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتا رہوں گا اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جاوے۔العبد محمد نجیب خان گواہ شد نمبر 1 محمد اشرف ڈھڈی ولد غلام حیدر چک 46 شمالی گلی نمبر 2 سرگودھا گواہ شد نمبر 2 ملک محمد تجمل وصیت نمبر 28258

مسل نمبر 39879 میں بشریٰ طارق زوجہ طارق احمد یوسف قوم ڈھڈی پیشہ خانہ داری عمر 28 سال بیعت پیدائشی احمدی ساکن چک 46 شمالی گلی نمبر 2 سرگودھا بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکرہ آج بتاریخ 9-8-04 میں وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کے 1/10 حصہ کی مالک صدرانجمن احمدیہ پاکستان ربوہ ہوگی۔اس وقت میری کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کی تفصیل حسب ذیل ہے جس کی موجودہ قیمت درج کردی گئی ہے۔1۔حق مہر بذمہ خاوند -/25000 روپے۔2۔طلائی زیورات 6 تولے 6 ماشے وزن مالیت اندازاً -/58500 روپے۔اس وقت مجھے مبلغ -/200 روپے ماہوار بصورت جیب خرچ مل رہے ہیں۔میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا جو بھی ہوگی 1/10 حصہ داخل صدرانجمن احمدیہ کرتی رہوں گی۔اور اگر اس کے بعد کوئی جائیداد یا آمد پیدا کروں تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز کو کرتی رہوں گی اور اس پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے منظور فرمائی جاوے۔الامتہ بشریٰ طارق گواہ شد نمبر 1 محمد آصف مغل ولد بشیر احمد مغل چک 46 شمالی گلی نمبر 2 سرگودھا گواہ شد نمبر 2 ملک محمد تجمل 28258

کوالٹی جیولری میں با اعتماد نام
رحیم جیولرز
نور مارکیٹ ریلوے روڈ ربوہ 04524-215045

اکسیر بلڈ پریشر
ایک ایسی دوا جس کے دو تین ماہ استعمال سے ہائی بلڈ پریشر اللہ کے فضل سے مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے اور دواؤں کے مستقل استعمال سے جان چھوٹ جاتی ہے
فی ڈبی -/30 روپے بڑی -/90 روپے
NASIR ناصر
ناصر دواخانہ (رجسٹرڈ) گولبازار ربوہ
Ph:04524-212434,Fax:213966

میاں محمد صدیق بانی اور صادقہ فضل سکالرشپس کا اپ ڈیٹ

مورخہ 15 دسمبر 2004ء تک اس مقابلہ کے لئے موصول ہونے والی درخواستوں کے مطابق اپنے اپنے گروپس میں مندرجہ ذیل طلبہ سرفہرست ہیں۔ان تمام احمدی طلباء وطالبات سے درخواست ہے کہ جن کے نمبران سے زیادہ ہوں وہ فوری نظارت تعلیم کو مطلع کریں۔درخواست جمع کروانے کی آخری تاریخ 31 دسمبر 2004ء مقرر ہے۔ان نمبروں سے زیادہ نمبر ہونے کی صورت میں یہ پوزیشنز تبدیل ہو جائیں گی۔

پری انجینئرنگ گروپ۔ وجیہ سید بنت سید عبدالسلام باسط صاحب حاصل کردہ نمبر 951 فیڈرل بورڈ اسلام آباد

پری میڈیکل گروپ۔سید مطاہر جمال ابن سید نور مبین شاہ صاحب حاصل کردہ نمبر 961 فیصل آباد بورڈ

جنرل گروپ۔محسن علی کامران ابن حنیف احمد کامران صاحب حاصل کردہ نمبر 883 فیصل آباد بورڈ

اس کے علاوہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری کے ساتھ نظارت ہذا میں ''صادقہ فضل سکالرشپ'' کے نام سے امسال ایک اور سکالرشپ کا اجراء کیا جا رہا ہے جس کے تحت وہ طلباء وطالبات جو'' میاں محمد صدیق بانی انعامی سکالر شپ'' سے انعام حاصل نہیں کر سکے ان کے لئے.

F.Sc پری انجینئرنگ گروپ بیس بیس ہزار روپے کے دو انعامات.F.Sc پری میڈیکل گروپ میں بیس بیس ہزار روپے کے دو انعامات اور جنرل گروپ میں بیس ہزار روپے کا ایک انعام رکھا گیا ہے۔اس طرح اس سکیم کے تحت ہر سال بیس بیس ہزار روپے کے پانچ انعامات دیئے جائیں گے۔

15 دسمبر 2004ء تک کے موصولہ ریکارڈ کے مطابق ''صادقہ فضل سکالرشپ'' اپ ڈیٹ بھی ذیل میں شائع کیا جا رہا ہے۔اس سے زائد نمبروں والے طلباء وطالبات صدر جماعت / امیر جماعت کی تصدیق کے ساتھ اپنی درخواستیں ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ ربوہ کو ارسال کریں۔پری انجینئرنگ اور پری میڈیکل کے علاوہ باقی تمام کمبینیشنز آئی سی ایس وغیرہ جنرل گروپ میں شامل ہیں۔ان نمبروں سے زیادہ نمبر ہونے کی صورت میں یہ پوزیشنز تبدیل ہو جائیں گی۔

پری انجینئرنگ گروپ۔محمد فاتح خان سیال ابن ارشاد اللہ خان سیال صاحب حاصل کردہ نمبر 940 لاہور بورڈ

پری انجینئرنگ گروپ۔نعمان احمد ابن محمد سعید صاحب حاصل کردہ نمبر 928 فیصل آباد بورڈ

پری میڈیکل گروپ۔طیبہ ثروت بنت وسیم احمد طارق صاحب حاصل کردہ نمبر 949 کراچی بورڈ

پری میڈیکل گروپ۔فائزہ بشریٰ بنت اظہر نور صاحب حاصل کردہ نمبر 939 لاہور بورڈ۔

جنرل گروپ۔شائستہ صدیق بنت محمد صدیق صاحب حاصل کردہ نمبر 872 گوجرانوالہ بورڈ۔

(نظارت تعلیم)

میاں محمد صدیق بانی سکالرشپ برائے میٹرک 2004ء کا اپ ڈیٹ

مورخہ 15 دسمبر 2004ء تک اس مقابلہ کیلئے موصول ہونے والی درخواستوں کے مطابق اپنے اپنے گروپس میں مندرجہ ذیل طلبہ سرفہرست ہیں۔ان تمام احمدی طلباء وطالبات سے درخواست ہے کہ جن کے نمبراس سے زیادہ ہوں وہ فوری نظارت تعلیم کو مطلع کریں۔ درخواست جمع کروانے کی آخری تاریخ 31 دسمبر 2004ء مقرر ہے۔ان نمبروں سے زیادہ ہونے کی صورت میں یہ پوزیشنز تبدیل ہو جائیں گی۔

☆سائنس گروپ۔عبدالمومن رضوان احمد ابن عبدالمنان فیاض صاحب حاصل کردہ نمبر 762/850 فیڈرل بورڈ اسلام آباد۔

☆جنرل گروپ۔ملیحہ صادق ابن مکرم محمد صادق صاحب حاصل کردہ نمبر 650/850 فیصل آباد بورڈ۔

(نظارت تعلیم)

ربوہ میں طلوع وغروب 23۔دسمبر 2004ء

طلوع فجر	5:36
طلوع آفتاب	7:03
زوال آفتاب	12:07
وقت عصر	3:40
غروب آفتاب	5:11
وقت عشاء	6:39

الرحیم پراپرٹی سنٹر
کالج روڈ بالمقابل جامعہ کنٹین ربوہ
فون آفس:215040/رہائش:214691

C.P.L 29